خطبہ جمعہ

قرآن کریم رمضان کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اتارا گیا ھے

Friday the 10th سے ہمارا رمضان شروع ہو رہا ہے اور جمعہ پر ہی ختم ہوگا

یہ محض اتفاق نہیں۔ یقینا اس میں کوئی الٰہی حکمت پوشیدہ ھے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۰؍دسمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۰؍فتح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَان. فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ . وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ . یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ. وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ (سورة البقره:۱۸۶)

اس کا سادہ عام فہم ترجمہ یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے۔ اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بناء پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

اسی آیت کریمہ کے متعلق حضرت امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے ارشاد اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ کی تفسیر کرتے ہوئے سفیان بن عُیینہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم رمضان کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اتارا گیا ہے“۔ اس لئے یہ خیال کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن شروع ہوا ہے اور پورا گویا قرآن ہی پہلے رمضان میں نازل ہو گیا تھا یہ غلط خیال ہے۔ اصل جیسا کہ امام رازی نے فرمایا ہے یہ تفسیر بہت ہی عمدہ ہے کہ قرآن کریم رمضان کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اتارا گیا ہے۔ ”حسن بن فضل نے بھی یہی معنی لئے ہیں“ اس لئے ”اس کی مثال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اُنْزِلَ فِی الصِّدِّیْقِ کَذَا۔ یعنی مراد یہ لیتے ہیں کہ اس کی فضیلت کے بارہ میں اتارا گیا ہے“۔ اُنْزِلَ فِی الصِّدِّیْقِ کَذَا ایک مثال ہے کسی صدیق کی فضیلت بیان کرنے کے لئے کوئی چیز اتاری جائے تو کہا جائے گا اُنْزِلَ فِی الصِّدِّیْقِ کَذَا۔ اس لئے قرآن کریم بھی اس مہینہ کی فضیلت کے بارہ میں اتارا گیا ہے۔

”ابن انباری کہتے ہیں کہ رمضان کے روزے مخلوق پر واجب ہونے کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے۔ جس طرح وہ کہتا ہے اَنْزَلَ اللّٰهُ فِی الزَّکوٰةِ کَذَا وَکَذَا اور مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے واجب ہونے کے بارہ میں نازل فرمایا ہے“۔ تو ایک یہ بھی خیال ہے کہ رمضان کو فرض کرنے کے متعلق، اس کے روزے فرض کرنے کی خاطر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ”اگر اُنْزِلَ فِی الْخَمْرِ کَذَا کہا جائے تو اس کی تحریم کے بارہ میں ذکر کرنا مراد ہوتا ہے“ (تفسیر کبیر امام رازی)۔ ہمیشہ تعریف ہی نہیں ہوتی بلکہ کسی چیز کی برائی کے متعلق بھی کچھ بیان کیا جائے تو اس کو بھی اُنْزِلَ فِیْهِ کے محاورہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ زمخشری نے کشاف میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن رمضان المبارک کی شان بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ یہ ساری آراء اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ پس پہلے اس سے کہ میں اس خطبہ کا آغاز احادیث نبوی سے کروں میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج Friday the 10th ہے اور اس سے ہمارے رمضان کا آغاز ہو رہا ہے اور پاکستان میں بھی فرائیڈے دی ٹینتھ ہی کو رمضان شریف کا آغار ہو رہا ہے اور ایک عجیب لطف کی بات یہ بھی ہے کہ جمعہ سے شروع ہو رہا ہے اور جمعہ ہی کو رمضان ختم ہو رہا ہے۔ اس میں یقیناً کوئی الٰہی حکمت پوشیدہ ہے۔ ہم دعا گو ہیں اور راضی برضا ہیں اللہ تعالیٰ اگر اس مہینہ کی برکتوں میں سے ہمیں کچھ اور برکتیں بھی دکھانا چاہے ان برکتوں کے علاوہ جو اس مہینہ سے بہر حال وابستہ ہیں تو اس کا فضل اور اس کا احسان ہے مگر بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتفاق نہیں ہے، یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی تقدیر ہے جو ظاہر کی گئی ہے۔

اب اس تمہید کے بعد جس سے متعلق میری دعا ہے کہ اللہ کرے کہ ہماری نیک توقعات اس رمضان سے ہر لحاظ سے پوری ہوں اور اس میں ہم وہ برکتیں کما جائیں جو اس رمضان نے ہمارے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔ میں اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بیان کرتا ہوں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان تمہارے پاس آیا ہے وہ برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو تم پر فرض کیا ہے۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے، جو کوئی اس رات کی خیر سے محروم کر دیا گیا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا“۔ (سنن النسائی ، کتاب الصیام)۔ اس میں پہلے بھی میں بیان کر چکا ہوں آگے اور وضاحت ہو جائے گی کہ شیطان جکڑ دئے جاتے ہیں تو یہ مراد نہیں ہے کہ بدلوگوں کے شیاطین بھی جکڑے جاتے ہیں ان کو تو اور بھی زیادہ گناہ ہوتا ہے رمضان میں بے حیائیاں کرنے کا اس لئے مراد یہی ہے کہ وہ جو خود خدا کی رضا کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑتے ہیں ان کے شیاطین جکڑے جاتے ہیں اور رمضان کے مہینہ میں شیطانی خیالات سے بھی انسان پاک رہتا ہے۔

دوسری حدیث جو ہے یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر فرمایا اور اسے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا جو شخص رمضان کے مہینہ میں حالتِ ایمان میں ثواب کی نیت سے اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اُس روز تھا جب اس کی ماں نے اُسے جنم دیا۔ (سنن النسائی کتاب الصوم)۔ اس میں ”اپنا محاسبہ کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے“۔ یہ بہت ضروری ہے عبادت کے وقت بار بار توجہ اس طرف منعکس ہونی چاہئے کہ عبادت میں جو جو نیکیوں کا حکم ہے یا جن بدیوں سے رکنے کا حکم ہے کیا انسان اس پر عمل کر بھی رہا ہے کہ نہیں۔ اس محاسبہ کے ساتھ ساتھ اگر عبادتیں گزاری جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انسان کی بہت سی بدیاں یا بعض صورتوں میں تمام بدیاں اس رمضان میں جھڑ سکتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ”مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور جو اس کے دوران ان تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے اس کو محفوظ رہنا چاہئے تھا تو اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں“۔ (مسند احمد بن حنبل) یعنی پہلے گناہ بخشے تو جاتے ہیں مگر اس صورت میں کہ رمضان کے تقاضوں کو پہچانا جائے اور ان کو پورا کیا جائے۔

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے عرض کیا"یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے روزہ ہے۔ پس روزہ کا کوئی بدل نہیں یا یہ فرمایا کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں"۔(مسند احمد بن حنبل باقی مسند الانصار)۔ یعنی روزہ میں تمام نیکیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں جو فرضی عبادات ہیں، جو نفلی عبادات ہیں، جن چیزوں کے کھانے کی اجازت ہے ان سے رکنا وغیرہ وغیرہ تو فرمایا روزہ کا کوئی بدل نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا یہ مہینہ تمہارے لئے سایہ فگن ہوا ہے"۔اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حلفی ارشاد ہے کہ "مومنوں کے لئے اس سے بہتر کوئی مہینہ نہیں گزرا اور منافقوں کے لئے اس سے برا مہینہ اور کوئی نہیں گزرا"۔ تو اس حدیث سے یہ بات خوب کھل گئی کہ منافقوں کے شیطان نہیں جکڑے جاتے۔ اور کافروں اور مشرکوں کے شیطان کیسے جکڑے جاسکتے ہیں۔ منافق پر یہ مہینہ بہت بھاری گزرتا ہے۔ منافقوں کے لئے اس سے برا مہینہ اور کوئی نہیں گزرا اس بے چارے کو منافقت کی وجہ سے دکھانے کے لئے روزے رکھنے پڑتے ہیں، بھوکا پیاسا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی مشقت اٹھاتا ہے تو بڑی ہی تکلیف کے ساتھ رمضان کا مہینہ گزرتا ہے۔ پھر فرمایا"منافق (کے گناہوں) کا بوجھ اور بدبختی لکھ لیتا ہے۔اور مہینے سے پہلے ہی مومن کی نیکیاں اور اس کے نوافل بھی لکھ لیتا ہے"۔ یعنی اللہ کو علم ہے کہ مومن یہ نیکیاں کرے گا۔"اس طرح کہ مومن مالی قربانیوں کے لئے اپنی طاقت تیار کرتا ہے اور منافق غافل لوگوں کی اتباع اور ان کے عیوب کی پیروی میں قوت بڑھاتا ہے"۔ یعنی مومن اس مہینہ میں مالی قربانی کے لئے بہت تیاری کرتا ہے اور جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو اپنا صدقہ خیرات اتنا بڑھا دیا کرتے تھے جیسے جھکڑ چل رہا ہو اور عام دنوں میں تو ہمیشہ ہی خیرات کیا کرتے تھے مگر رمضان شریف میں وہ خیرات بہت بڑھ جایا کرتی تھی۔ تو فرمایا"اس طرح کہ مومن مالی قربانیوں کے لئے اپنی طاقت تیار کرتا ہے اور منافق غافل لوگوں کی اتباع اور ان کے عیوب کی پیروی میں قوت بڑھاتا ہے۔ پس درحقیقت یہ حالت مومنوں کے لئے غنیمت اور فاجر کے لئے (اس کے مطابق) سازگار ہوتی ہے"۔ (مسند احمد باقی المستکثرین)

ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "کبائر سے بچنے کے لئے پانچ نمازیں، ایک جمعہ اگلے جمعہ تک اور ایک رمضان اگلے رمضان تک کفارہ ہوتا ہے"۔(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ)۔ پانچ دفعہ روزانہ نماز پڑھنے سے اگر وہ سوچ کر پڑھے تو اپنے نفس کا محاسبہ ہوتا رہتا ہے اس کو ایک طریق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسے پانچ دفعہ کوئی اپنے ساتھ بہتے ہوئے دریا میں غوطے مارے اور نہائے تو اس کی کثافت جھڑ جاتی ہے اسی طرح جو شخص پانچ نمازیں پڑھتا ہے توجہ کے ساتھ، ہر نماز کے درمیان جو کبھی فاسد خیالات یا حرکات سرزد ہو گئی ہوں وہ اگلی نماز میں ٹھیک تو اس طرح ہو جاتی ہیں کہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ تو ہر نماز میں پچھلی نماز اور اس نماز کے درمیان کی بدیوں کی طرف انسان کی توجہ پھرتی ہے اور اسے دور کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

اسی طرح ہر جمعہ کو خصوصیت کے ساتھ اس ہفتہ کی غلطیوں کو دور کرنے کی توفیق ملتی ہے اور جو نماز میں توجہ ہوتی ہے جمعہ کو اس سے بھی زیادہ توجہ ہوتی ہے۔اور پھر ایک رمضان اور دوسرے رمضان کے درمیان جو دونوں رمضانوں کا فرق ہے اس کا موازنہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اگلا رمضان شروع ہوتا ہے تو اس وقت انسان اپنے ماضی پر غور کرنا شروع کرتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ میں پچھلی دفعہ رمضان سے جس حالت سے نکلا تھا اس وقت داخل ہوتے وقت ویسی حالت نہیں رہی بلکہ اس میں کمزوری آگئی ہے تو اس لئے مومن کو ہر طرف سے اس کی طوعی نیکیوں نے جکڑا ہوا ہوتا ہے اور نمازوں کے علاوہ جمعہ اور پھر رمضان، گویا اس کا سارا سال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں صرف ہوتا ہے اور اپنی بدیاں دور کرنے کی طرف توجہ رہتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "آنحضرت ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت عروج پر ہوتی تھی جبکہ جبریل آپ سے ملتے تھے۔ اور جبریل آپؐ سے رمضان کی ہر رات ملتے اور حضورؐ سے مل کر قرآن کا دَور کیا کرتے تھے"۔ یہاں بھی مراد ہے کہ ہر رمضان میں اس حصہ کا دور کیا جاتا تھا جو اس سے پہلے نازل ہو چکا ہو۔ ورنہ جو قرآن بعد میں نازل ہونا تھا اس کا دور نہیں کیا جاتا تھا۔ تو"ہر رات ملتے اور حضورؐ سے مل کر قرآن کا دَور کیا کرتے تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھلائی کے معاملہ میں تیز آندھی کی رفتار سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے"۔(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی)

حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا"نماز، روزہ اور ذکر کرنا، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے"۔(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد)۔ اب یہ جو گنا والی احادیث ہیں ان سب میں یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ سات سو کی کوئی حد نہیں۔ بعض بالیوں میں سات سو دانے بھی لگ جاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ جس کو چاہے زیادہ بھی بڑھا دیتا ہے تو یہ محض تحریص کی خاطر محاورے استعمال ہوئے ہیں ان کو لفظاً نہیں لینا چاہئے کہ میری یہ نیکیاں سات سو گنا بڑھ جائیں گی بلکہ مراد یہ ہے کہ کثرت سے ان لوگوں کی نیکیاں بڑھتی ہیں جو خلوص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتے اور رمضان کے دنوں میں خصوصیت کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"سحری کھایا کرو، سحری کھانے میں برکت ہے"۔(بخاری کتاب الصوم)۔ یہ حدیثیں جن جن کتب سے لی گئی ہیں وہ اکثر صحاح کتب ہی ہیں اور جو غیر صحیح یعنی جو صحت کے معیار پہ پوری نہیں اترتیں ان کو میں نے چھان کے الگ کر دیا تھا اس لئے یہ بخاری یا مسلم وغیرہ وغیرہ سے اکثر حدیثیں لی گئی ہیں۔ چھپتے وقت تو دیکھ لیا جائے گا مجھے بار بار پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سحری کھایا کرو، سحری کھانے میں برکت ہے۔ تو برکت ایک تو اس طرح ہم نے دیکھی ہے کہ بچوں کو صبح سحری کے وقت اٹھایا جائے خواہ روزہ نہ بھی رکھنا ہو تو سحری کھاتے وقت ان کو عادت پڑنی شروع ہو جاتی ہے کہ صبح جلدی اٹھیں اور ان کو سحری میں ایک خاص مزہ ہوتا ہے۔ ناشتے میں وہ مزہ نہیں ملتا جو سحری میں مزہ ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا"جس وقت تم میں سے کوئی ایک اذان سن لے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کرلے"۔(سنن ابی دائود کتاب الصوم)۔ مراد یہ ہے کہ اگر اذان ہو رہی ہو تو نماز کی طرف دھیان جاتا ہے مگر کھانا شروع ہو چکا ہو تو پلیٹ یا جس چیز میں بھی وہ کھانا ہے وہ اس کو ختم کرلے۔ اس سے یہ یاد رکھیں کہ مومن تو ایک انتڑی میں کھاتا ہے سات انتڑیوں میں تو کافر کھاتے ہیں۔ تو اگر کوئی اپنے آپ کو مومن بھی کہے اور اتنا کھائے کہ اذان سننے کے باوجود ساری نماز ہی ہاتھ سے جاتی رہے تو یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ تھوڑا ہو شروع ہو چکا ہو تو باقی جلدی جلدی کھالے اور کوشش یہی ہو کہ ساری کی ساری نماز مل سکے۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا"لوگ اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے"۔(بخاری کتاب الصوم)۔ اب افطار میں جلدی کا جو مسئلہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بعض فرقوں میں یہ خیال ہے خصوصاً شیعوں میں کہ رمضان کے بعد افطاری میں جتنی دیر کی جائے اتنا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ جس وقت پتہ لگ جائے کہ افطاری ہو گئی ہے، افطاری کا وقت ہو گیا ہے اسی وقت افطاری کر لینی چاہئے۔ مگر جلدی سے یہ مراد نہیں کہ دوڑتے ہوئے جاؤ افطاری کی طرف۔ کوشش یہی کرنی چاہئے کہ افطاری میں دیر نہ ہو، بس اتنی مراد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا"جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لے وہ اپنے روزہ کو پورا کرے اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے"۔(بخاری کتاب الصوم)۔ تو بھول کر کھالے تو کوئی گناہ نہیں ہے لیکن بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بھول کر کھاتے ہوئے دیکھ لے تو پھر گناہ ہو جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ چھپ کر کھالو تو گناہ نہیں ہو گا اور ایسے لطیفے بعض لوگوں کے مجھے یاد ہیں کہ ان کے بھائی نے کسی نے دیکھا تو وہ بیٹھ کے چھپ کے کھانا کھا رہی تھیں بھائی نے کہا ہیں! یہ روزہ۔ اس نے کہا او ہو تم نے تو دیکھ کر میرا روزہ توڑ دیا۔ میں تو بھول کے کھا رہی تھی۔ تو بھول کے کھا رہا ہو تو دیکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹا کرتا۔ بھول کے کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہی نہیں کرتا، یہ اللہ کی طرف سے دعوت بیان کی گئی ہے۔ تو بھول کے آپ میں سے بھی کئیوں نے کھایا ہو گا مجھے بھی یاد ہے کئی دفعہ میں نے بھی بھول کے کھایا ہے لیکن جس وقت یاد آجائے کہ روزہ ہے اسی وقت جو منہ میں ہے وہ تھوک دینا چاہئے۔ اس سے پہلے پہلے جو کھالیا وہ کھالیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول کریم ﷺ ایک سفر پر تھے۔ آپؐ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا اور ایک آدمی پر دیکھا کہ سایہ کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا ہے؟ انہوں

نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے۔ آپؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"۔(بخاری کتاب الصوم) ۔اب یہ دیکھیں دکھاوا بھی ہے اور کتنا عجیب تماشہ ہے کہ ایک شخص چل رہا ہے روزے میں۔ روزہ رکھ کر سفر کی حالت میں اور لوگ اس پہ چھتریاں لے لے کر پھر رہے ہیں کہ دھوپ نہ پڑے اس کے اوپر یا پلّو سے اس پہ سایہ کرر ہے ہوں۔ یہ سب یا تو اس شخص کی نااہلی تھی، سمجھ کم تھی یا سنا نہیں ہوا تھا کہ روزہ نہیں رکھا کرتے سفر میں۔ مگر اگر جان بوجھ کر کیا گیا تھا تو یہ محض دکھاوا تھا اور اس نیکی کا کوئی بھی ثواب نہیں۔ آپؐ نے فرمایا"سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ایک شخص نے رمضان کے مہینہ میں سفر کی حالت میں روزہ اور نماز کے بارہ میں دریافت کیا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو۔اس پر ایک شخص نے کہا یارسوال اللہ میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہ؟ کیا تو اللہ سے زیادہ قوی ہے یا اللہ تجھ سے زیادہ قوی ہے"۔ تو خدا تعالیٰ کو اپنی طاقتیں نہ دکھا۔"یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کے لئے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنا بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے"۔اللہ تو رعایت کر رہا ہے اور انسان بد تمیزی سے اس کو چھوڑ دے کہ مجھے نہیں یہ رعایت چاہئے، یہ گناہ ہے۔اس میں کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ آپ کے بچے بھی اگر آپ کو پیار سے کوئی چیز دیں اور وہ ان کو ردّ کر دیں تو آپ کو اس وقت برے لگتے ہیں حالانکہ بظاہر آپ کی چیز بچی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اس لئے یاد رکھیں کہ اللہ کی رضا میں سب نیکی ہے۔ جب اللہ خوشی سے کوئی اجازت دیتا ہے تو خوشی سے اس اجازت کو قبول کریں۔اللہ پر نیکی زبردستی نہیں ٹھونسی جاسکتی۔ چنانچہ فرمایا"کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو کوئی چیز صدقہ دے پھر اس چیز کو صدقہ دینے والے کو لوٹا دے"۔(المصنف للحافظ الکبیر ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی۔ جلد ۲ صفحہ ۵۲۵ باب الصیام فی السفر)۔یعنی کسی کو صدقہ دے اور وہ اس کو لوٹا دے جس نے صدقہ دیا ہو یہ جائز نہیں، مناسب نہیں ہے محبت اور شکریہ کے ساتھ لے لینی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا"جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں"یعنی روزہ رکھنے کے باوجود اگر انسان کا جھوٹ ہی نہیں چھٹتا تو پھر خدا تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے سے کیا مزا آسکتا ہے، کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ بھوکا پیاسا رہنا تو اس کے اپنے فائدہ میں ہے لیکن وہ تب ہے جب وہ جھوٹ کو ترک کر دے اور اگر جھوٹ کو ترک کر دے تو سب گناہ ترک ہو جاتے ہیں اس لئے خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک گناہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے اندر سارے گناہ شامل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا"کتنے ہی ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کو روزوں سے صرف پیاس ملتی ہے اور کتنے ہی رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ ان کو قیام سے صرف بیداری ملتی ہے"۔(سنن الدارمی، کتاب الرقاق)۔ یعنی روزہ کا روحانی فائدہ نہ پہنچے تو پیاسا رہنے سے خواہ مخواہ انسان تکلیف ہی اٹھاتا ہے اور کوئی ثواب نہیں مل رہا ہوتا۔اور رات کو بھی اگر جاگتا ہے اور سوچ کر نماز نہیں پڑھتا یا اپنا محاسبہ نہیں کرتا تو محض ایک رت جگا ہے وہ خدا کی خاطر نہیں ہوتا اور نام اس کا خدا کی خاطر ہی رکھا جائے تب بھی درحقیقت وہ نفس کی بڑائی کی خاطر ایک کوشش ہے، ایک وہم ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔لِلّٰہ اگر عبادت کی جائے اور اللہ کو قبول ہو تو وہی عبادت سچی عبادت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "روزہ ایک ڈھال اور آگ سے بچانے والا ایک حصنِ حصین ہے"۔(مسند احمد، باقی مسند المستکثرین)۔روزہ سے انسان ہر قسم کی بدیوں سے بچ سکتا ہے۔ایک ڈھال ہے جس کے نتیجہ میں اس پر شیطان حملے نہیں کر سکتا اس طرح روزہ گویا جہنم سے بچانے والا بن جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کریں نہ شور شرابہ اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑے جھگڑے تو چاہئے کہ وہ کہے میں تو روزہ دار ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے"۔ روزہ رکھنے کے بعد جب منہ بند رہتا ہے تو ایک ہلکی سی بُو خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگوں کے ویسے ہی زیادہ کھانے سے بدبو پیدا ہوتی ہے، یہ وہ بدبُو مراد نہیں ہے۔ بہت زیادہ کھالیا جائے، ٹھونس لیا جائے اور پھر روزہ رکھا جائے تو اس معدہ کی خرابی کی بُو ایک الگ بات ہے مگر تھوڑا مناسب کھایا جائے تو پھر بھی منہ سے کچھ نہ کچھ بو آتی ہے۔

کستوری کا جو ذکر فرمایا ہے تو سب دنیا میں کستوری کی خوشبو پسندیدہ سمجھی جاتی ہے تو یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو خوشبو کستوری کی آتی ہے اور وہ اچھی لگتی ہے۔ ہم لوگوں کی مثال ہے ہمیں کستوری چونکہ اچھی لگتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھانے کی خاطر یہ لفظ استعمال فرمائے ہیں کہ روزہ دار کے منہ سے جو ہلکی سی بُو منہ بند رکھنے کی وجہ سے آتی ہے وہ گویا کستوری سے بھی بہتر خوشبو ہے۔ پھر فرمایا"روزہ دار کے لئے دو خوشیاں (مقدر) ہیں جن سے وہ فرحت محسوس کرتا ہے اول جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور دوسرے جب اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ کے باعث خوش ہوگا"۔(صحیح البخاری ، کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم)۔اور یہ ملنا جو ہے یہ آخرت کا ملنا صرف مراد نہیں، اس دنیا میں ہی روزہ دار جب اپنے رب سے ملتا ہے اور روزہ کے نتیجہ میں وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے قریب ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے تو اس کو اس کی غیر معمولی جزا مل جاتی ہے۔

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا"سردیوں میں روزے رکھنا غنیمت بارِدَہ ہے"۔(ترمذی کتاب الصوم) یعنی آج کل جو روزے آرہے ہیں یہ تو ابھی شروع ہوئے اور ابھی ختم ہو گئے تو یہ ٹھنڈ کے روزے ہیں مگر ثواب میں کم نہیں ہیں۔ایسی نعمت ہے جو ٹھنڈ پہنچاتی ہے اور اللہ کو یہ چھوٹے روزے بھی اچھے لگتے ہیں۔ تو جو خدا کی خاطر روزے رکھے جائیں وہ تھوڑے بھی ہوں، چھوٹے بھی ہوں تو دراصل وہ روزے ہی ہوتے ہیں اور دراصل روزہ خواہ کتنا بھی چھوٹا ہو یہ روزہ دار کا جو احساس ہے ناپابندی کا یہ پھر بھی رہتا ہے۔ کوئی روزہ رکھنے والا اس احساس پابندی سے خالی نہیں ہوتا۔ تو اللہ کی خاطر خواہ تھوڑی پابندی اٹھائی جائے خواہ زیادہ ہو موسم پر تو انسان کو اختیار نہیں ہوتا تو تھوڑی پابندی بھی ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک نعمت اور غنیمت ہے جو دل کو سکون پہنچانے والی ہے اور ٹھنڈ پہنچانے والی ہے۔

اب میں چند اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا"شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلب کیلئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے"۔(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶)

پھر فرمایا"روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے"۔(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۳)

اب ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کئے۔ان سوالات کے جوابات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دے رہے ہیں اور سوال کرنے والے نے بھی بال کی کھال ادھیڑی ہوئی ہے۔ایک شخص کا سوال تھا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟۔"فرمایا: جائز ہے۔اسی طرح ایک اَور سوال پیش ہوا کہ حالتِ روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جائز ہے۔ سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جائز ہے"۔ سوال ہوا کہ "روزہ دار آنکھوں میں سُرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟ فرمایا: مکروہ ہے۔اور ایسی ضرورت

ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے"۔(بدر جلد چھ نمبر چھ،صفحہ ۱۴۔ بتاریخ ۲۴؍ فروری ۱۹۰۷ء)

تو بعض سرمہ کے شوقین ایسے بھی ہوتے ہیں آج کل تو میں نے نہیں دیکھے لیکن کبھی کبھی کوئی پرانے زمانہ کا آدمی مل جاتا ہے جو سرمہ لگاتا ہے مگر مرد نہ بھی ہو تو عورتیں تو سرمہ لگا ہی لیتی ہیں۔ تو دن کو ضرورت کیا ہے رات کو لگالیا کریں اگر لگانا ضروری ہو۔

"ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ مَیں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور مَیں نے کچھ کھا کر روزہ کی نیت کی۔ مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو چکی تھی اب مَیں کیا کروں؟۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا"۔(بدر۔ جلد ۶ نمبر ۷۔ بتاریخ ۱۴؍ فروری ۱۹۰۷ء)۔ مگر غلطی سے اگر ہوا ہو تو پھر تو جائز ہے مگر جان بوجھ کے یہ نہیں ہو سکتا۔

ڈلہوزی میں مجھے یاد ہے کہ ایک رضاکارانہ خدمت کرنے والی معزز خاتون تھیں وہ پہلے سب کو روزہ رکھوایا کرتی تھیں۔ پہرے داروں کو بھی سب کو، اور اس کے بعد تھوڑا سا وقت بچتا تھا اس میں انہوں نے اپنا روزہ رکھنا ہوتا تھا تو ایک دو دفعہ انہوں نے دیکھا کہ اذان ہو گئی ہے۔ غالباً جلال تھا اس مؤذن کا نام تو اس نے اس کو بلا کے بہت ڈانٹا کہ دیکھو جب تک مجھ سے نہ پوچھ لو خواہ جتنی مرضی روشنی ہو جائے تم نے اذان نہیں دینی۔ تو ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ نے غور کیا کہ یہ کیا وقت ہے اتنی دیر ہو گئی ہے اذان کیوں نہیں ہو رہی۔ تو جلال کو بلا کے ڈانٹا کہ تم اذان کیوں نہیں دے رہے؟ کہا جی اندر سے مجھے حکم ہے۔ وہ خاتون صاحبہ کہتی ہیں کو جب تک میں نہ روزہ رکھ لوں خواہ جتنی مرضی روشنی ہو جائے، سورج بھی چڑھ جائے تم نے اذان نہیں دینی۔ تو مراد یہی ہے کہ غلطی سے اگر ہو، واقعی ناواقفیت سے ہو جائے۔ تو کتنا آسان فرما دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزوں کو جو خدا کا منشاء ہے یہ سختی پیدا کرنے کے لئے نہیں آتے اگر غلط فہمی سے انسان روزہ رکھ لے جبکہ ابھی روشنی ہو چکی ہو تو روزہ ہو جائے گا۔ بعض دفعہ غلط فہمی سے روزہ کھول بھی دیا جاتا ہے اور بعد میں دیکھا تو سورج نکل آیا تو وہ روزہ بھی ہو جائے گا۔ اس قسم کے معاملات میں وہم کے شیطان کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

ایک سوال یہ پیش ہوا کہ "بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے"۔ تخم ریزی سے مراد یہ ہے کہ جو مہینہ کاشت کا ہوتا ہے بعض دفعہ بہت سخت مہینے کے دن ہوتے ہیں، انتہائی گرمی اور زمیندار مجبور ہے کہ اس مہینے میں وہ ہل چلائے۔ "ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گذارہ مزدوری پر ہے"۔ اور انہوں نے مزدوری کرنی ہے اور روٹی کھانی ہے مگر اتنی سخت گرمی ہے کہ ان کی برداشت سے باہر ہے۔ "روزہ نہیں رکھا جاتا، ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟۔ فرمایا: "اِنّما الاَعمالُ بالنّیات"۔ کہ دیکھو اعمال کی بناء نیتوں پر ہوتی ہے۔ "یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں"۔ یعنی غربت کی وجہ سے بیان نہیں کرتے۔ "ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے"۔ کسی اور کو اگر کوئی مزدوری پہ رکھنے کی استطاعت رکھتا ہے تو ایسا کر لے۔ "ورنہ مریض کے حکم میں ہے پھر جب میسر ہو رکھ لے"۔(بدر، جلد ۶ نمبر ۳۹۔ بتاریخ ۲۶؍ ستمبر ۱۹۰۷ء)

یہاں جو روزہ کی سختی ہے غیر احمدی مسلمانوں میں اس کا تو یہ حال ہے کہ صوبہ سرحد میں جہاں یہ سختی بہت زیادہ ہوتی ہے وہاں اگر کوئی شخص روزہ کی گرمی کی شدت میں بے ہوش ہو کر گر جائے تو تب بھی اس کے منہ میں کچھ نہیں ڈالیں گے کہ شاید ابھی کچھ رطوبت ہو منہ میں۔ تو منہ میں تھوڑی سی مٹی ڈال دیتے ہیں پھر وہ مٹی انگلی سے نکالتے ہیں، اگر مٹی گیلی ہو تو پھر کچھ نہیں دیں گے اس کو اور اگر مٹی خشک نکل آئے اسی طرح کی اسی طرح تو پھر وہ اس کا روزہ تڑوا دیتے ہیں تو یہ سب جہالتیں ہیں، یہ توہمات کے شیاطین ہیں جو انسان پر قبضہ کرتے ہیں۔ روزہ میں شیاطین سے دور بھاگنا چاہئے یا ان کو اپنے سے دور رکھنا چاہئے۔

"وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَه فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لیے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو"۔ اب رمضان میں جو فدیہ دیا جاتا ہے یہ روزہ کا بدل نہیں ہوتا بلکہ روزہ میں ایک قسم کی عملی دعا کا موجب بن جاتا ہے کہ خدایا مجھے روزہ کی توفیق دے دے اور مجبوری سے میرے روزے چھٹ رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے"۔ مبارک اور مبارک۔ "اور مَیں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا اِن فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا"۔(البدر جلد ۱۔ نمبر ۷۔ بتاریخ ۱۲؍ دسمبر ۱۹۰۲ء)

تو بعض بیماریوں سے بھی روزہ کے ایام میں فدیہ نجات دلوا دیتا ہے جیسا کہ دق کی بیماری ہے۔ بڑی خطرناک ہے لیکن اگر انسان فدیہ دے اور غم محسوس کرے کہ ایسی بیماری لاحق ہو گئی ہے کہ میں روزہ رکھ نہیں سکتا جس کی وجہ سے مجھے فدیہ دینا پڑ رہا ہے تو ایسے فدیہ کی ادائیگی کے وقت اس کو طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو گہری بیماریوں سے بھی محفوظ فرما دیتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لیے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالتِ سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا، فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اُس کی اطاعت کی جائے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور مَیں نے روزہ نہیں رکھا"۔

(الحکم جلد ۱۱۔ نمبر ۴۔ بتاریخ ۳۱؍ جنوری ۱۹۰۷ء۔ صفحہ ۱۴)

بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھنا ایک ایسا مسلک ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسروں کی آنکھوں کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوا کرتی تھی نہ روزہ رکھنے میں کوئی دکھاوا تھا نہ روزہ نہ رکھنے میں کوئی دکھاوا تھا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جلسہ کے دوران آپ کے لب خشک ہوئے اور آپ نے کچھ پی لیا اور وہ روزہ کا مہینہ تھا اور بہت شور پڑا۔ ان غیر احمدیوں کی طرف سے جو اس میں شامل تھے۔ غالباً پتھراؤ بھی ہوا کہ یہ کیسا انسان ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ کہتا ہے اور روزے نہیں رکھتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت میں انکساری اور سادگی کی یہ علامت ہے کہ آپ نے کبھی کسی چیز میں دکھاوا نہیں کیا جو حقیقت حال تھی اس کو اسی طرح رکھا چنانچہ اس وقت بھی اس مسئلہ کو بیان کرتے وقت بھی آپ نے فرمایا آج میں بیمار ہوں چنانچہ میں نے روزہ نہیں رکھا۔

پھر فرمایا "میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ اِنّما الاَعمالُ بالنّیات"۔ اعمال کی بناء نیتوں پر ہی ہے۔ "بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے"۔ خواہ وہ اپنے چھوٹے سے گاؤں کی حد سے ذرا ہی باہر گیا ہو تو اگر وہ گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑا ہے تو وہ مسافر ہی ہو گا۔ گٹھڑی اٹھانا محاورہ ہے مراد ہے کہ اپنا سامان پیک کیا سفر کے ارادہ سے باہر نکلا۔ "شریعت کی بناءِ دقت پر نہیں ہے۔ جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے۔ اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے"۔(الحکم۔ جلد ۵، نمبر ۶۔ بتاریخ ۱۷؍ فروری ۱۹۰۱ء)

اب چونکہ نماز کا وقت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ جو باقی ہیں یہ آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ کام آجائیں گے۔

☆☆......☆☆......☆☆